

کبھی آپ نے ضرور سوچا ہوگا اور حیران بھی ہوئے ہوں گے لیکن میں کبھی حیران نہیں ہوا کیونکہ یہ غیر روایتی انداز اپنانے والا خبری میرا ایک دوست والٹر تھا۔

والٹر میرا بچپن کا دوست تھا۔ ہم دونوں متوسط گھرانوں سے تعلق رکھتے تھے۔ ہم تعلیم سے فارغ ہوئے تو معاش کے چکر میں بھنس گئے۔ ہماری ملاقاتیں کم ہوتی گئیں۔ ایک دن پتہ چلا کہ والٹر کا کوئی دولت مند رشتے دار چل بسا ہے اور والٹر اس کا واحد وارث ہے۔

آپ نے وہ بڑی بڑی شعبہ جاتی دکانیں دیکھی ہوں گی جنہیں سپر مارکیٹ کہا جاتا ہے۔ ان میں طرح طرح کا سامان شیافوں اور ڈیپ فریژروں میں قہرینے سے رکھا رہتا ہے۔ گاہک کو جس کی ضرورت ہو وہ خود گھوم پھر کر تلاش کرے اور خود کاؤنٹر پر اس کی رقم ادا کر کے اپنی راہ لے۔ ایسی سپر مارکیٹوں میں ملازمین صرف رقم وصول کرتے ہیں۔ دکان داری کی دنیا میں یہ انقلاب کب رونما ہوا اور یہ غیر روایتی انداز اپنانے کی کس نے جرأت کی؟ یہ سوال

توشہ خاص، سمندر پار سے خوانِ ہفت رنگ \* چوتہارنگے \* رے سہ \* شعیب میل  
ایکے خود بینگر، خود بیا مشیہ شخصیت کے داستانے  
ایک مرتبہ اس پر دوسروں کی مدد کرنے کا جنون سے سوار ہوا  
ایکے کاریخ ساز آدمی کے کہانے

دست  
گود

<https://www.facebook.com/groups/372605677178945/>

telegram link [https://t.me/+l\\_Fxda8LnVViOGU0](https://t.me/+l_Fxda8LnVViOGU0)

Zegham imran





والٹر غریبوں کی بستی چھوڑ کے مال داروں کے علاقے میں چلا گیا۔ ہماری ملاقاتیں اور کم ہو گئیں۔ گاہے گاہے مجھے اس کے بارے میں اطلاع ملتی رہتی اور کبھی کبھار ملاقات ہو جاتی۔ لگتا تھا خوشنمخی نے اس کا گھر دیکھ لیا ہے۔ چند روز بعد اس کی ایک خالہ مرگئی، وہ بھی بے اولاد تھی اس لیے والٹر اس کا بھی وارث طے پایا۔ متوفیہ کو ترکے میں اپنے شوہر سے خطیر دولت ملی تھی، وہ تقریباً پوری کی پوری والٹر کے حصے میں آگئی۔ والٹر کے مزے آ گئے۔ وہ ہزاروں کی طرح زندگی بسر کرنے لگا۔ سیاحت، شکار، ناٹ کلب، لڑکیاں اور نہ جلنے کیا کیا۔

کوئی سال بعد والٹر سے میری اتفاقی ملاقات ہوئی۔ دسمبر کا مہینہ تھا۔ کرسمس کی گھاگھی شروع ہو گئی تھی، بازاروں میں عجم نظر آنے لگا تھا۔ سردی کچھ زیادہ تھی اس لیے میں نے خریداری سے قبل کافی پیسے کا ارادہ کیا اور ایک اچھے سے رستوراں میں داخل ہو گیا۔ اندر گھستے ہی میری نظر والٹر پر پڑی، وہ ایک میز پر بیٹھا آداس نظروں سے کافی کی پیالی گھور رہا تھا۔ میں بہت حیران ہوا جس کے پاس بے تحاشا دولت ہو، بھلا اس کے آداس ہونے کا کیا جواز؟ اور وہ بھی کرسمس جیسے تہوار پر؟ میں اس کے پاس گیا۔ وہ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوا جیسے اس کی دلی مراد برآئی ہو۔ میں سمجھ گیا کہ اسے شہر سے کسی اچھے سامع کی ضرورت ہے اور یہ کسی کے سامنے اپنے دل کی بھڑاس نکالنا چاہتا ہے۔ مجھ جیسا سامع قسمت والوں ہی کے ہاتھ لگتا ہے اور میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ والٹر قسمت کے معاملے میں کیسا سکندر تھا۔

میں نے اس سے کہا: "والٹر! میرے دوست! یہ کرسمس کا موقع ہے، جنگل کا ہر پرندہ چہچہا رہا ہے اور تم کسی فائدہ زدہ بھیرے کی طرح غمگین نظر آ رہے ہو۔ کیا بات ہے؟ کیا کسی حینہ نے تمہیں دھتکار دیا ہے؟"

والٹر نے ایک گہری ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے انکار میں ہر بلایا: "نہیں، میں دراصل دنیا کی بے ثباتی پر غور کر رہا ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ انسانوں کو کیا ہوتا جا رہا ہے۔"

"انسانوں کو؟"

"ہاں،" والٹر نے میز پر ایک گھولنا مارا، "تم نے کبھی کسی کی مدد کی ہے؟ میرا مطلب ہے بے لوث، پر خلوص مدد؟"

میں نے ذہن پر زور ڈالا: "ہاں، اسکول کے زمانے میں جب میں اسکاؤٹ تھا...."

"ٹھیک ہے، میں بھی اسکاؤٹ تھا۔ تمہیں یاد ہوگا، میں یہ بتایا جاتا تھا کہ جو دوسروں کی مدد کرتا ہے، خدا اس کی مدد کرتا ہے اور مخلوق کی خدمت بڑی عبادت ہے وغیرہ۔"

"ہاں یہی بتایا جاتا تھا۔"

وہ بولا: "اسکول سے نکل کے میں یہ باتیں بھول بھال گیا تھا، بالکل دوسروں کی طرح۔ لیکن چند روز پہلے میرے ضمیر نے مجھے بہت پریشان کیا۔"

"ضمیر نے؟" میری ہنسی پھوٹ گئی۔ "سنو والٹر! یوں تو تو بہت سے الزام عائد کیے جاسکتے ہیں لیکن ضمیر! ہا ہا۔ اس قسم کی تو کوئی چیز تمہیں ورثے میں نہیں ملی۔"

"ٹھیک ہے، ہنس لو، قہقہے لگا لو، اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں ہے۔ میں نے ہر معاملے میں ہمیشہ اپنی ذات کو مقدم رکھا ہے، دوسروں کے لیے کبھی کچھ نہیں سوچا۔ اس نے ٹھنڈی کال کی چٹکی لیتے ہوئے تانت سے کہا: "لیکن ایک دن اچانک میرا ضمیر جاگ اٹھا۔ میں نے خود کو بڑی ملامت کی اور اپنی غفلت پر سخت پشیمان ہوا۔"

"سمجھا، میں نے کہا۔ پھر تم نے روپے پیسے سے غریبوں کی مدد شروع کر دی؟ یاں نا؟"

"نہیں، روپے پیسے ہی سب کچھ نہیں ہوتے۔ والٹر نے جلدی سے کہا: "مدد کرنے کے اور بھی طریقے ہیں۔ مثال کے طور پر شیلہ ہی کا واقعہ لے لو۔"

"شیلہ؟" میں نے بھویں اچکاتے ہوئے کہا: "کون شیلہ؟"

"ٹھیک، پہلے ذرا وضاحت کر دوں۔" والٹر نے سلسلہ سے رکھا: "میں باقاعدہ تو کوئی کاروبار کرتا نہیں ہوں، ہاں کبھی کبھار کرتا ہوں۔ ایک صاحب ہیں بارکر، وہ کتابیں وغیرہ چھاپتے ہیں۔ آج کل میں ان کے کاروبار میں حصے دار ہوں۔ شیلہ مشرمد کر کہ سیکریٹری ہے۔ وہ بے وقوف تو ہے مگر غضب کی خوب صورت ہے۔"

ایک روز کا ذکر ہے، میں ٹہلتا ہوا بارکر کے دفتر کی طرف نکلا، وہاں شیلہ ملی، وہ بے حد آداس اور غمگین نظر آئی، اس کا سر جھکا ہوا تھا اور وہ کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ میں نے سوچا کہ اسے شیلہ

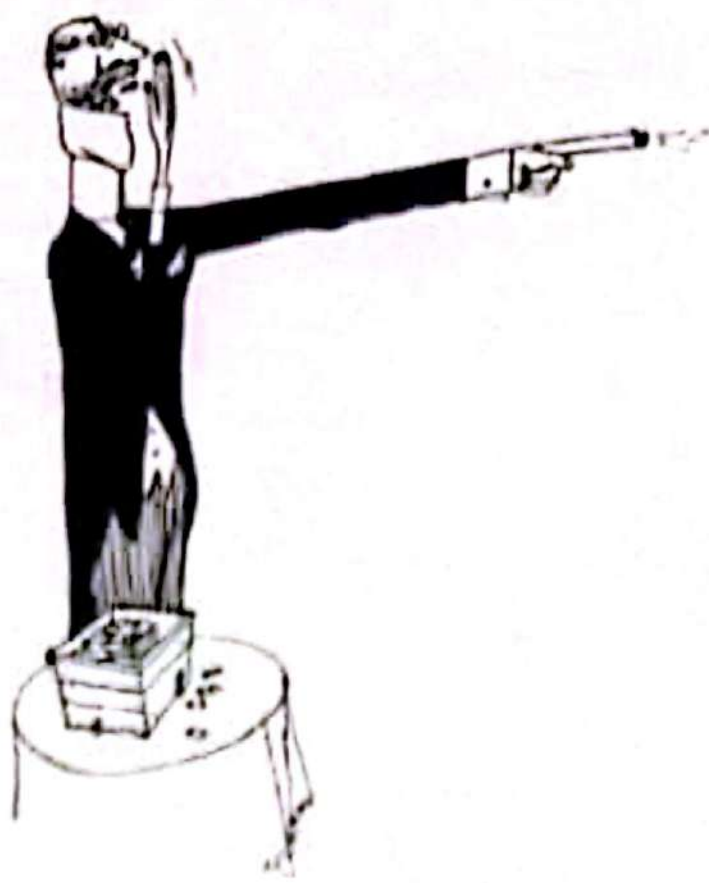
میری مدد کی ضرورت ہے لیکن پھر خیال آیا کہ میں آخر کس طرح اس کی مدد کر سکتا ہوں؟ میں نے سوچنا شروع کیا کہ جوں جوں میں

کیا کیا دیکھ کر خوش ہوتی ہیں؟ سوچے سوچے اس مسئلے کا حل یہ سمجھ میں آ گیا۔ میں فوراً اٹے قدموں واپس آ گیا اور شیلہ کے پاس

سجھ میں آ گیا۔ میں فوراً اٹے قدموں واپس آ گیا اور شیلہ کے پاس

سجھ میں آ گیا۔ میں فوراً اٹے قدموں واپس آ گیا اور شیلہ کے پاس





”ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ شیلہ کا واقعہ غفلتِ اتفاق تھا۔  
”اتفاق؟“ والٹر مریانا انداز میں مسکرایا تو پھر سرخ  
بالوں والی لڑکی کے واقعے کے بارے میں کیا خیال ہے؟  
”سرخ بالوں والی لڑکی؟“ میں نے پوچھا۔ یہ کون ذات  
شریف ہیں؟

اُس نے بتایا۔ پرسوں کا واقعہ ہے۔ میں بازار میں گھوم  
رہا تھا۔ سرخ بالوں والی ایک بے حد حسین لڑکی بیرنگٹن اسٹور  
سے نکلی۔ وہ سامان سے بہت لدی پھندی تھی۔ اسٹور میں آنے  
جانے والوں کا تانا بندا تھا۔ بھیڑ کی وجہ سے لڑکی کا ایک ڈبا  
سڑک پر گر گیا۔ اُس بے چاری نے سنسنی کی بہت کوشش کی  
لیکن لڑکھرائی۔ میں نے مسکراتے ہوئے اُس کی طرف دیکھا اور کہا  
کہ کیا میں آپ کی مدد کر سکتا ہوں؟ میرا دل انسانی ہم دردی سے  
سرسراہ تھا اور میں صرف اُس کی مدد کرنا چاہتا تھا، اس کے سوا  
کوئی خیال میرے دل میں نہیں تھا لیکن اُسی وقت ایک بڑا بھاری  
اُجڑا سا نوجوان پتہ نہیں کہاں سے سامنے آگیا اور کہنے لگا کہ سڑک  
میری منیگر کو کسی کی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔ چلتے پھرتے نظر  
آؤ۔ یہ کہہ کر اُس نے مجھے زور سے دھکا دیا، میں اسٹور میں جانے  
والے ریلے کے ساتھ لڑکھڑاتا ہوا اندر چلا گیا اور ایک شوکیس  
سے جا بکرایا، شوکیس میں چینی کا ایک نازک سا ڈزینٹ سما  
ہوا تھا۔ میرا کوئی تصور نہیں تھا لیکن مجھے اُس کی قیمت ادا کرنی  
پڑی۔ خیر رقم کا افسوس نہیں ہے، سوال یہ ہے کہ کیا ہمیں مکمل  
میں جو کچھ پڑھایا گیا تھا، وہ درست تھا؟  
”وہ بالکل درست تھا والٹر! اور درست ہے بد قسمتی

ازمنہ لے آیا۔ شیلہ اپنی میز پر نہیں تھی۔ میں بھی اپنے نیک کام کا  
بہ زور اپنا نہیں چاہتا تھا۔ چناں چہ میں نے چپکے سے گل دست  
بر رکھ دیا اور چلا آیا۔“

”گل دست! واقعی عمدہ خیال تھا۔“ میں نے داد دی۔ شیلہ  
میں خوش ہوئی ہوگی؟  
”خوش؟“ والٹر روہنا ہو گیا۔ ”وہ میرے پاس آئی تو اُس  
بیسوں پر آنسو تھے۔ اُس نے دانت پیستے ہوئے مجھ سے کہا: ”سٹر  
ڈر! آپ کی اس حرکت نے مجھے بہت ذلیل کیا ہے۔“  
”ذلیل؟“ میں نے بھروسہ اُچکائی۔

والٹر نے اثبات میں سر ملایا۔ ”میں خود بڑا حیران ہوا  
تھا۔ میں نے پوچھا کیسے؟ وہ کہنے لگی کہ کیا میری میز پر  
گل دست آپ نے رکھا تھا؟ میں نے کہا ہاں۔ کہنے لگی سٹر والٹر!  
آپ کو شاید علم نہیں میں اپنے باس سٹر بار کے محبت کرتی ہوں،  
یہ اور بات ہے کہ وہ مجھ پر توجہ نہیں دیتے، کمرس نزدیک ہے میں  
بوجھ کر اُداس تھی کہ سب لڑکیاں اپنے اپنے محبوب کے ساتھ اٹھیلیاں  
کریں گی اور میں اکیلی ادھر ادھر دیواروں سے سر پھوڑتی رہوں گی۔  
ایسے میں اپنی میز پر میں نے گل دست دیکھا تو سمجھی کہ شاید میری محبت  
نے بار کر کو گھٹلا دیا ہے اور گل دست وہی لائے ہیں۔ میں خوشی  
سے ہاتھ جو گئی اور سیدھی بار کر کے کمرے میں پہنچی لیکن وہاں  
کوئی گرم جوشی نظر نہیں آئی، بدستور سرد مہری ہی تھی مجھے بڑی  
ذلت محسوس ہوئی، میں مڑنے لٹکے چلی آئی۔“

”افوہ۔“ میں نے افسوس سے کہا۔ ”کیسی زبردست غلط فہمی  
ہوئی شیلہ کو۔“

”ایسی ویسی۔ خیر شیلہ کی آنکھیں انکار سے برسا رہی تھیں۔  
کے مٹی آپ کو معلوم ہے سٹر والٹر کہ پھر کیا ہوا؟ بار کرنے میری  
خوش فہمی اور دیوانگی پر قہقہے لگائے اور میری بُری حالت ہو گئی۔  
میں سوچ رہی تھی کاش کسی طرح زمین شق ہو جائے اور میں اس  
میں سما جاؤں۔ اگر میرے پاس تھوڑا سا زہر ہوتا تو اُسی وقت  
خود کشی کر لیتی سٹر والٹر! یہ سب کچھ آپ کے بے ہودہ مذاق کی  
وجہ سے ہوا۔ آپ نے مجھے بہت بے عزت کر دیا۔ یہ کہتے ہوئے  
شیلہ نے میرا گل دست اٹھا کر مجھ پہ کھینچ مارا اور سسکیاں لیتی ہوئی  
چلی گئی۔ اتفاق سے گل دست زور سے نہیں لگا، ویسے بھی شیلہ کی  
ذہنی کیفیت دیکھتے ہوئے میں نے بُرا نہیں مانا۔ تمہیں میں صرف  
بتانا چاہ رہا تھا کہ آج کل بھلائی کا زمانہ نہیں ہے۔“



سے تمہارے ساتھ دو واقعات ایسے پیش آگئے ورنہ.....  
 "بد قسمتی سے" والٹر نے مینر پر زور سے گھونسا مارا: اسے  
 بھائی! میں پھر کہتا ہوں کہ یہ بھلائی کا زمانہ نہیں ہے۔  
 "تمہاری امداد کی پیش کش پیوں سے ہٹ کر تھی اور ایسی  
 پیش کش میں غلط فہمی پیدا ہونے کا امکان ہوتا ہے۔ اگر تم پیوں  
 سے کسی کی مدد کرتے تو کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہوتی۔"  
 "اتھیا" والٹر نے طنزیہ لہجے میں کہا: ایک واقعہ اور سنو۔  
 میں ڈزیمیٹ کی قیمت ادا کر کے نکلا تو خاصا دل برداشتہ تھا  
 مگر دوسروں کی مدد کرنے کا جنون برقرار رہا۔ میرا ضمیر مجھے برابر  
 ملامت کر رہا تھا کہ میں ایک خود غرض انسان ہوں اور میں نے  
 زندگی بھر کسی کی مدد نہیں کی۔ انہی خیالوں میں ڈوبا ہوا میں بازار  
 میں مٹ گشت کر رہا تھا۔ اچانک میری نظر ایک نوجوان پر پڑ گئی۔  
 وہ مچلی کے منڈ پر ایک عمارت سے ٹیک لگائے اُداس کھڑا تھا۔  
 اُس کا لباس بھی بس یوں ہی سا تھا، میلا اور ڈھیلا ڈھالا معلوم  
 کتنے دنوں سے اُس نے شیو بھی نہیں بنایا تھا۔ اُسے دیکھ کر میرے  
 دل میں ہم دردی کی لہر اٹھی۔ میں نے سوچا: یہ بے چارہ دوسروں  
 کو کرسمس کی خریداری کرتے دیکھ کر اُداس ہے شاید اپنے بیوی بچوں  
 کے لیے کچھ نہیں خرید سکتا نہ جانے اس کے بیوی بچوں کے دلوں  
 پر کیا بیت رہی ہوگی۔ میں نے فوراً اپنا بٹوا دیکھا۔ ڈزیمیٹ کی  
 قیمت دے کے میرے پاس دس دس ڈالر کے دو نوٹ اور کچھ  
 ریڑ گاڑی بھی تھی۔ میں میدھا اُس نوجوان کے پاس گیا اور دونوں  
 نوٹ اُس کی طرف بڑھا دیے۔ دوست! تم یہ رقم میری طرف  
 سے..... اُس نے ایک جھٹکے سے سر اٹھایا اور مجھے گھور کر  
 دانت پیستے ہوئے کہا: "دفع ہو جاؤ۔ میں نے حیرت سے لکیریں پکائیں  
 مجھے اپنی سماعت پر دھوکا ہوا۔ میں نے پوچھا کہ کیا تم نے مجھ سے  
 کچھ کہا ہے؟ وہ غرا کے بولا: "ہاں میں نے تم سے کہا ہے کہ فوراً دفع  
 ہو جاؤ منموں! دیکھتے نہیں سامنے پولیس والا ٹھل رہا ہے کیا  
 تم اُس کے سامنے ٹھہر دوڑ پر شرط لگا کے مجھے اندر کر دانا چاہتے  
 ہو۔ یہ سن کر میں فوراً وہاں سے دلچ ہو گیا۔"  
 میں ہنس دیا: اور بھی کوئی واقعہ پیش آیا تھا۔ ساتھ؟  
 "واقعہ؟ واقعات کو" والٹر نے کئی واقعات سنائے  
 انہیں سن کر انسانی ہم دردی سے خود میرا عقیدہ اُٹھ گیا۔ والٹر کے  
 واقعات سے صرف ایک نتیجہ نکالا جاسکتا تھا۔ لہذا میں نے اُس  
 سے کہا: "معلوم ہوتا ہے آج کل کوئی کسی کی مدد قبول کرنے کے لیے

تیار نہیں ہے۔"  
 "یہی تو میں کہہ رہا ہوں۔ یہ بھلائی کا زمانہ نہیں ہے۔"  
 کی مدد کر کے نقصان ہی اٹھانا پڑتا ہے۔ گھایاں پڑتی ہیں، جو کچھ  
 گنتی ہیں۔"  
 اچانک مجھے یاد آیا کہ میری بیوی شدت سے میری مقلوبی  
 اور کھانا! آف۔ ممکن ہے اب کھانا ٹھنڈا ہی ملے۔ میں نے والٹر  
 سے معذرت کی اور عجلت میں ریتوراں سے باہر آ گیا۔  
 پھر والٹر سے میری ملاقات پورے ایک سال بعد کرسمس کے  
 موقع پر ہوئی۔ میں خریداری کے لیے ایک شعبہ جاتی اسٹور میں داخل  
 ہو رہا تھا، یہ اسٹور کچھ ہی عرصے پہلے کھلا تھا اور خوب چل اُٹھا  
 اندر داخل ہو کر میں نے دائیں جانب نظر ڈالی تو دیکھا کہ والٹر  
 ساتھ ساتھ چل رہا ہے لیکن سال بھر پہلے کے والٹر اور اس کے  
 میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ یہ والٹر نہ مایوس تھا، نہ اُداس بلکہ  
 نہایت خوش و خرم نظر آ رہا تھا۔ میں نے اُس کا بازو تھام لیا  
 "ہیلو! کیسے ہو؟ کیا کرسمس کی خریداری ہو رہی ہے؟"  
 وہ مجھے دیکھ کر بہت خوش نظر آ رہا تھا۔ کہنے لگا: "فیل  
 کہاں یار! بکری ہو رہی ہے، فروخت ہو رہی ہے۔ میں اس  
 اسٹور کا مالک ہوں۔ تم نے اس کے نام پر غور کیا؟" میں نے  
 تعجب سے لہجے میں سر ہلایا۔ والٹر نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا:  
 کا نام ہے اپنی مدد آپ شعبہ جاتی اسٹور۔ اور یہ تجربہ ہے اسکا  
 ثابت ہو رہا ہے۔ اس بچے شہر میں میری دو شعبہ جاتی دکانیں  
 کھل رہی ہیں۔ شان دار افتتاح ہو گا، تم ضرور آنا۔"  
 "بہت خوب" میں نے اسے تعریفی نظروں سے دیکھا۔  
 "اس کام کا ختمیل تم نے پیش کیا تھا۔ یاد ہے تم نے کیا  
 ملاقات میں کیا کیا تھا؟"  
 "کیا؟" میں نے دریافت کیا۔  
 "تم نے کہا تھا، معلوم ہوتا ہے آج کل کوئی کسی کی مدد  
 قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اب میرے حزمین میں  
 بیٹھے مڑے سے رقم بٹوتے رہتے ہیں۔ انہیں کوئی نقصان  
 ہے۔ تم دیکھنا! میں جلد ہی ملک بھر شعبہ جاتی دکانیں کھول  
 بچھا دوں گا۔"  
 والٹر نے یہی کیا۔ پہلے وہ کھڑی کتاب لکھ رہا تھا